اطفال کے ذریعے وہ پہلی بار اپنے سماج سے، سماجی اقدار سے، اپنے سماج کی خصوصیات سے واقف ہوتا ہے، اس لئے اِس ادب میں صرف سماج کے مثبت پہلوؤں کو ہی جگہ دینا بہتر ہے۔

(۳) تصوراتی دنیا اور حقیقی دنیا کی ادب میں موجودگی اور ان کا فرق۔

(۴) کام کی دنیا سے اس کی واقفیت اسے محنت کی عظمت کا احساس دلانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے جو اس کی اپنی زندگی میں مفید ثابت ہوتی ہے۔

(۵) اِنہیں کے ذریعے وہ فطرت کے مناظر، اس کی خوبصورتی اور کائنات کے حسن سے واقف ہوتا ہے۔

(۶) اپنے وطن سے، اس کی خصوصیات اور قیمتی ورثے سے واقفیت بھی انہیں کتابوں سے ہوتی ہے۔

(۷) ثقافتی دنیا کا تصور مثلاً سائنس، تکنیک وغیرہ کی معلومات۔

خلاصۂ تحریر :

مندرجۂ بالا گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری قسم کے ادب کے مقابلے میں بچوں کے ادب میں ناقابل انکار تعلیمی عناصر زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں کے ذریعے بچہ ادبی مہارت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اساتذہ کو تدریس کے وقت دیگر اقدار کے ساتھ ساتھ ادبی اقدار کی ترسیل پر بھی توجہ مرکوز کرنا چاہئے۔ کیونکہ جہاں تک اخلاقی اور سماجی اقدار کا تعلق ہے وہ تو ادب اطفال میں کم و بیش موجود ہی ہوتے ہیں۔ اِس کا بھی خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ درسی کتب میں کوئی ایسا مواد نہ شامل کیا جائے جن کے ذریعے طلبہ تک کوئی غلط پیغام پہنچے یا ان کے درمیان کسی قسم کے اختلاف کی بنیاد بن جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انہیں ایسی کہانیاں اور قصے سنائے جائیں جو مختلف طبقوں کے درمیان اتحاد اور محبت کا پیغام بن جائیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ درسی کتابوں میں شامل ادب اطفال کے ذریعے بچہ اس قابل ہو جائے کہ وہ "خواندگی" سے لطف اٹھا سکے یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جب بچہ میں پیدا کی ہوئی عادتِ خواندگی، زندگی بھر اس کے کام آتی ہے۔ ایک اسٹڈی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تین سے آٹھ سال کی عمر میں جو بچے روانی سے پڑھنا سیکھ جاتے ہیں ان کی ذہانت دیگر کم رفتار سے کتابیں پڑھنے والوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ مندرجۂ بالا حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ ادب اطفال، تدریس و تعلیم میں مرکزی رول ادا کرتا ہے۔ اِس کی اہمیت کے پیشِ نظر درسی کتب کی تیاری کرتے وقت مکمل چھان بین کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

Scanned with OKEN Scanner

مہاراشٹر میں اردو تحقیق و تنقید

(ماضی، حال اور مستقبل)

محمد دانش غنی

مہاراشٹر میں اردو تحقیق و تنقید (ماضی، حال اور مستقبل)

محمد دانش غنی

Maharashtra Mein UrduTahqeeq-O-Tanqeed

(Mazi, Hal aur Mustaqbil)

Dr. Mohd. Danish Gani
Dept. of Urdu,
Gogate Jogalekar College
Ratnagiri - 415 612

ڈاکٹر محمد دانش غنی مہاراشٹر کے ساحلی ضلع رتناگری جیسے دور دراز مقام پر ایک کالج میں اردو کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ اس کالج میں سات، آٹھ ہزار طلبا ہیں۔ شعبۂ اردو بھی قائم ہے۔ ڈاکٹر محمد دانش غنی کی تقرری کے بعد یہاں کا شعبۂ اردو بہت فعال اور متحرک ہو گیا ہے۔ ان سے پہلے اس کالج میں اردو کا کوئی پروگرام منعقد نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد دانش غنی نے پہلی مرتبہ اس کالج میں اردو کا ایک ایسا عظیم الشان سمینار کروایا کہ اس کی ستائش اردو کے علاوہ مراٹھی اخبارات نے بھی کی۔ اس سمینار کی وجہ سے اردو کے تعلق سے بہت سے ذہنوں میں جو غلط فہمیاں تھیں ان کا ازالہ بھی ہوا۔

زیرِ نظر کتاب ''مہاراشٹر میں اردو تحقیق و تنقید: ماضی، حال اور مستقبل'' سمینار میں پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ بیشتر مقالات ریسرچ اسکالرس کے ہیں اور ان کا ایک مقصد نوجوان طلبا اور ریسرچ اسکالرس کی ذہنی اور تحریری تربیت کے علاوہ ان کی حوصلہ افزائی کرنا بھی ہے۔ چونکہ یہی اسکالرس ہمارے ادب کا مستقبل ہیں انہیں کے ذریعے اردو کا کارواں آگے بڑھے گا۔ ڈاکٹر محمد دانش غنی کی یہ کاوش غیر اردو ماحول میں اردو کا ماحول بنانے کی کوشش کا حصہ ہے اس لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

سمینار منعقد کرنا اور پھر سمینار میں پڑھے گئے مقالات کو کتابی صورت میں شائع کرنا ایک بڑا کام ہے۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جس میں تنظیمی اور تخلیقی دونوں صلاحتیں ہوں۔ زبان و بیان اور موضوع سے واقفیت کے بغیر یہ کام نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر محمد دانش غنی نے ان سب سے واقفیت کا ثبوت دیا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ انھوں نے مہاراشٹر میں اردو تحقیق و تنقید کو محور و مرکز بنا کر سمینار کا انعقاد کیا تھا اس کتاب کے ذریعہ مہاراشٹر میں اردو تحقیق و تنقید کی صورتِ حال سے اردو سے جڑے ہوئے دیگر افراد کو بھی واقفیت ہوگی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ کتاب بہت ہی مفید موضوع پر ہے۔ میں اس اہم کتاب کی اشاعت پر ڈاکٹر محمد دانش غنی کو دل کی گہرائی سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۳ر فروری ۲۰۲۰ء

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد
ڈائریکٹر
قومی کونسل برائے فروغِ اردو، نئی دہلی

ASBAQUE PUBLICATION
Saira Manzil, 230/B/102,
Viman Darshan Sanjay Park,
Lohgaon Road Pune - 411 032 (M.S.) India
Cell: 9822516338, 8055755623
Email: nazir_fatehpuri2000@yahoo.com

ISBN: 978-93-80395-66-1
Rs. 300/-

Design : PARVEZ 9595559073

Scanned with OKEN Scanner

۱۶	نذیر فتح پوری کی تحقیق وتنقید نگاری	ڈاکٹر ترنم	۱۳۴
۱۷	محبوب راہی کی تحقیق وتنقید نگاری	حنا کوثر	۱۴۴
۱۸	ڈاکٹر اشفاق انجم کا تنقیدی رویہ	ڈاکٹر شاہینہ پروین صدیقی	۱۵۳
۱۹	درخشاں مستقبل کا تمنائی: ڈاکٹر الیاس صدیقی	ڈاکٹر سیما ناہید	۱۶۲
۲۰	ڈاکٹر دستگیر شیخ کی شخصیت اور فن	ڈاکٹر سید تاج الہدا خطیب	۱۶۹
۲۱	پروفیسر مقبول احمد مقبول کا شعورِ نقد	محمد عظمت الحق	۱۷۵
۲۲	دکن کے اوّلین محقق۔ مولوی عبدالحق مرحوم	آمنہ فاروقی محمد امام الدین	۱۸۴
۲۳	محمد دانش غنی کی محققانہ بصیرت	ڈاکٹر نظام الدین منور	۱۹۴
۲۴	محمد دانش غنی: تحقیقی وتنقیدی دنیا کا آفتاب نو	ڈاکٹر صالحہ صدیقی	۲۰۰
۲۵	محمد دانش غنی کی ادب نوازی	ڈاکٹر صفیہ بانوائے شیخ	۲۰۸
۲۶	شعر کے پردے میں: ایک محاسبہ	ڈاکٹر انصار احمد درویش	۲۲۷
۲۷	محمد دانش غنی: بحیثیت تنقید نگار	اسود گوہر	۲۳۵
۲۸	محمد دانش غنی: تحقیق وتنقید کی ایک نئی تفہیم	محمد خوشتر	۲۴۰
۲۹	پروفیسر صاحب علی اور اردو فکشن	وسیم عقیل شاہ	۲۴۵
۳۰	ودربھ کے ایک اہم شاعر سید یونس کا فکری نظام	ڈاکٹر اظہر ابرار	۲۵۶
۳۱	مہاراشٹر میں فنون لطیفہ کا شاعر سکندر علی وجد	ڈاکٹر عافیہ عظمٰی	۲۶۲
۳۲	سریندر پرکاش کے افسانوں کا-----	ڈاکٹر رونق رئیس	۲۶۶
۳۳	محمد غیاث الدین بحیثیت فکشن نگار	شیخ اصغر شیخ اکبر	۲۷۷
۳۴	محمد غیاث الدین بحیثیت افسانہ نگار	سہیم الدین خلیل الدین	۲۸۴
۳۵	عبدالرحیم انصاری کا آرٹ	نسرین کولہار	۲۹۰
۳۶	مہاراشٹر میں جامعاتی اردو تحقیق کے موضوعات	ڈاکٹر سلیم محی الدین	۲۹۴
۳۷	میمونہ علی چوگلے کی تنقید نگاری	محمد دانش غنی	۳۰۱

○○○○

حرفِ دانش

اردو تحقیق وتنقید میں ریاستِ مہاراشٹر کا حصہ قابلِ قدر رہا ہے۔ اس سرزمین نے ایسے ایسے محققین وناقدین پیدا کیے ہیں جن کی خدمات کے نقوش کئی صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی تازہ اور روشن ہیں۔ یہ امر باعثِ اطمینان ومسرت ہے کہ اردو تحقیق وتنقید سے گہری وابستگی اور شغف کا یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

۲۲ رفروری ۲۰۲۰ء کو شعبۂ اردو، گوگٹے جوگلے کر کالج، رتناگری میں ''مہاراشٹر میں اردو تحقیق وتنقید'' کے عنوان پر ایک قومی سمینار قومی کونسل برائے فروغِ اردو، نئی دہلی کے مالی تعاون سے منعقد کیا گیا۔ مہاراشٹر میں اس موضوع پر یہ اپنی نوعیت کا پہلا سمینار تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اردو تحقیق وتنقید کے میدان میں مہاراشٹر میں جو کام ہوا ہے، ہو رہا ہے وہ اردو دنیا کے سامنے لایا جائے۔ مجموعی طور پر اس سمینار میں جو مباحث سامنے آئے ان سے اکیسویں صدی میں مہاراشٹر کی اردو تحقیق وتنقید پر از سرِ نو غور کرنے کی تحریک کے راستے کھلتے ہیں اور یہ پہلو سمینار کی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاسکتا ہے۔ سمینار میں جو مقالات پیش کیے گئے وہ اس کتاب میں شامل ہیں مگر معروف نقاد اور محقق جناب شمیم طارق صاحب نے افتتاحی سیشن میں جو عالمانہ کلیدی خطبہ دیا تھا وہ زبانی تھا اس لیے اس کتاب میں شامل نہیں ہو سکا۔ اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ ہاں! یہ اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شمیم طارق صاحب کے کلیدی خطبہ سے کالج اور کالج کے باہر کے غیر اردو داں افراد کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ یہ ہمارا مقصد بھی تھا۔

میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں جس نے سمینار کے انعقاد کی

ڈاکٹر شاہینہ پروین صدیقی
مالیگاؤں

ڈاکٹر اشفاق انجم کا تنقیدی رویہ

ادب کی سب سے قدیم تعریف غالباً افلاطون نے بیان کی تھی جس نے ادب پر باقاعدگی کے ساتھ اظہارِ خیال کیا تھا۔ اُس کی کتاب ''ریاست'' نے ایک انقلاب برپا کردیا۔ لیکن اس نے فنون لطیفہ کو ''ریاست'' میں کوئی جگہ نہیں دی کیونکہ اُس کا کہنا تھا کہ فنونِ لطیفہ نقل کی نقل ہے (Imitation of an Imitation)۔ وہ فنونِ لطیفہ پر سخت ترین پابندیاں عائد کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ادب اور آرٹ میں صرف انہی چیزوں کی تلقین کریں اور اس انداز میں کریں جو حکومت کو پسند ہو۔ فنکاروں پر نظر رکھنے کے لئے وہ ایک محکمہ قائم کرنے کی سفارش کرتا ہے۔ ارسطو نے بھی نقل کی نقل کا نظریہ افلاطون سے لیا۔ لیکن دونوں کے نظریوں میں بنیادی فرق ہے۔ غرض ادب پر بحث افلاطون اور ارسطو سے شروع ہوکر آج کے زمانے تک پہنچ چکی ہے اور آج بھی جاری ہے اگرچہ اُس کی شدت کم ہو چکی ہے۔

اِسی دوران ادب میں مختلف نظریات اور تحریکوں کا ظہور ہوا مثلاً ادب برائے ادب، ادب برائے زندگی، رومانیت پسندی، ادبی سماجیات وغیرہ۔ ڈاکٹر شارب ردولوی نے ادب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''ادب، سماج، ماحول، زندگی، تہذیب اور معاشرت کا ترجمان ہوتا ہے اور اگر کسی تخلیق میں یہ صفات نہیں ہیں تو اُسے بہترین ادب میں شمار کرنا صحیح نہیں ہوگا۔'' (جدید اردو تنقید، اصول و نظریات۔ ڈاکٹر شارب ردولوی، لکھنؤ اگست 1968ء ص ۳۲)

۱۹ ویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع میں اردو میں ایک نئی تحریک اور ملتی ہے جسے رومانی عقلیت کا نام دیا گیا جس میں حالی، سرسید، شبلی، جوش، ابوالکلام آزاد وغیرہ

دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اُردو میں سب سے اہم تحریک ترقی پسند تحریک ہے جس نے اردو ادب کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ میں ترقی پسند مصنفین کے نام سے پہلی کانفرنس ہوئی اور باقاعدہ ایک تنظیم قائم کر کے ادب تخلیق کرنے کا آغاز کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء کے بعد جدت پسندی کا آغاز ہوا جو بڑی حد تک ترقی پسندوں کے ردِ عمل کے طور پر وجود میں آئی۔

تنقید بھی ادب کا اہم ترین پہلو ہے اور اِس میں بھی ادب میں اٹھنے والی ہر تحریک کے اثرات نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ عالمی طور پر تنقید کے ارتقاء میں ۱۸ / ویں اور ۱۹ / صدی کا زمانہ اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اُردو میں تنقید کا آغاز ۱۹ / ویں صدی سے ہوتا ہے اور ۲۰ / ویں صدی میں اپنے عروج تک پہنچتی ہے۔

تنقید مختلف مقاصد رکھتی ہے۔ یہ ادب کی تشریح کرتی ہے، تفسیر کرتی ہے، تفہیم میں مدد کرتی ہے، تاویل کرتی ہے۔ اِسی نقطۂ نظر سے تنقید کے مختلف نظریات بھی سامنے آتے ہیں۔ ان کے نام اس طرح ہیں۔ رومانوی تنقید، مارکسی تنقید، اشتراکی تنقید، سماجی تنقید، سائنٹفک تنقید، نفسیاتی تنقید وغیرہ۔ تنقید کا ہر نظریہ ادب کے مختلف پہلوؤں پر زور دیتا ہے۔ لیکن اِس وقت ہمارے پیش نظر نہ تنقید کی تاریخ بیان کرنا ہے نہ تنقید کی ماہیت کی وضاحت کرنا ہے۔ بلکہ مالیگاؤں کے معروف ادیب اور شاعر ڈاکٹر اشفاق انجم کے تنقیدی خیالات معلوم کر کے ان کے تنقیدی روّیے کے تعلق سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ ایسا کرنے سے پہلے تنقید اور تنقید نگار کی خصوصیات بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جو ڈاکٹر اشفاق انجم کے تنقیدی جائزے میں یقیناً مفید ثابت ہونگی۔ چند نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) واضح خیالات (۲) عمیق نظر (۳) تفصیلی مطالعہ (۴) مطالعۂ زندگی
(۵) دیانت داری اور اخلاص (۶) وسعتِ نظر (۷) توازن
(۸) بلوغِ نظر (۹) ذوقِ سلیم وغیرہ۔

(جدید تنقیدی زاویے۔ ڈاکٹر عزیز۔ سری نگر، مارچ ۱۹۶۰ء۔ ص ۲۰۷ تا ۲۲۳)

مالیگاؤں مہاراشٹر کے ایک اہم ادبی مرکز کے طور پر متعارف ہے۔ یہاں کی ستر فی صد آبادی اُردو بولنے والوں پر مشتمل ہے۔ یہاں نثر و نظم کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز انیسویں صدی کے ربع آخر

سے ہوا اور آہستہ آہستہ اِس شہر نے شاعری، افسانہ نگاری، ڈراما اور تنقید وغیرہ میں قابل ذکر ترقی کی۔ جہاں تک تنقید کا تعلق ہے کئی نمایاں نام سامنے آتے ہیں۔ اِن میں سلیم شہزاد، ڈاکٹر اشفاق انجم، ڈاکٹر الیاس صدیقی، احمد عثمانی وغیرہ صفِ اوّل میں ہیں۔ ڈاکٹر اشفاق انجم ایک شاعر، ایک ادیب اور محقق بھی ہیں۔ ڈاکٹر الیاس صدیقی نے لکھا ہے:

''ان کا (ڈاکٹر اشفاق انجم کا) مزاج تنقیدی و تحقیقی ہے۔ مالیگاؤں کی تاریخ اور شعراء کے حالات کی تحقیق میں انہوں نے جس دقتِ نظر اور تبحر علمی کا ثبوت دیا ہے وہ ان سے قبل کے تذکرہ نگاروں میں عنقا ہے۔ وہ روایتوں پر آنکھ بند کر کے بھروسہ نہیں کرتے بلکہ تحقیقی اصولوں کی کسوٹی پر کس کر اپنی بات پیش کرتے ہیں۔'' (مالیگاؤں میں اُردو نثری نگاری، ڈاکٹر الیاس صدیقی، مالیگاؤں۔ ۲۰۰۱ء ص ۳۷۴)

لیکن ''تذکرۂ شعرائے مالیگاؤں'' ان کا واحد تحقیقی اور تنقیدی سرمایہ نہیں ہے۔ ان کی اصل تنقیدی صلاحیت ان کی دو کتابوں میں واضح طور سے دکھائی دیتی ہے۔ (۱) پس نوشت جو ۲۰۱۲ء میں مالیگاؤں سے شائع ہوئی۔ (۲) یارانِ نکتہ داں کے لئے۔ جو ۲۰۱۸ء میں منظر عام پر آئی۔

اِن دونوں کتابوں میں شاعری سے بحث ہے۔ اس صورت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ طے کریں کہ کیا ڈاکٹر صاحب کی علمیت اور مطالعہ اس معیار اور درجہ کے ہیں کہ انہیں شعری تنقید کا حق دیا جا سکے۔ آیئے دیکھتے ہیں۔ اِس تعلق سے ڈاکٹر الیاس صدیقی کیا کہتے ہیں۔

''ادب کا انہوں نے بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا ہے خصوصاً شاعری ان کی ترجیح رہی ہے۔ قدیم اساتذہ کے دواوین تو گویا انہوں نے گھول کر پی رکھے ہیں۔ طویل عرصے تک فارسی زبان و ادب کی تدریس کے سبب وہ فارسی کی خوبیوں سے بھی واقف اور اس کی شیرینی کے گرویدہ ہیں۔ اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ فنِ شاعری کی باریکیوں، جزئیات اور نزاکتوں کا گہرا علم رکھتے ہیں۔ نیز زبان و قواعد کی صحت، بیان کی خوبیوں، روزمرہ محاورہ، تراکیب، استعارے، شعری محاسن و عیوب، فن عروض، رعایت

Scanned with OKEN Scanner

لفظی ومعنوی، علم معانی، اصنافِ سخن، صنائع بدائع، تشبیہات، تمثیلات
تلفظات، شعری تکلفات اورانسلاکات سے بخوبی واقف ہیں۔''
(اشفاق انجم کی پس نوشت کا تنقیدی جائزہ مشمولہ ادبی تبصرات وتعارف،
از ڈاکٹر الیاس صدیقی، مالیگاؤں، ۲۰۱۷ء ص ۳۱۵)

ڈاکٹر الیاس صدیقی اور ڈاکٹر اشفاق انجم کی دوستی بہت پرانی ہے۔ علاوہ ازیں مختلف شعری وادبی محفلوں میں ایک ساتھ شرکت کرتے رہے ہیں۔ اکثر ادبی عنوانات پر دونوں میں مباحثے بھی ہوئے۔ اس لحاظ سے ڈاکٹر اشفاق انجم کے تعلق سے ڈاکٹر الیاس صدیقی کی مندرجۂ بالا رائے پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اشفاق انجم کے تنقیدی رویے کا جائزہ لینے کے لئے ان کی دونوں کتابوں کا باریک بینی سے مطالعہ ناگزیر ہے۔ ''پس نوشت'' میں انہوں نے بارہ شعراء کے شعری مجموعوں کا مطالعہ کر کے ان میں موجود فنی اسقام، زبان وبیان کی غلطیوں، عروض کی کوتاہیوں، الفاظ وتلفظ کا غلط استعمال، تلازمے اور انسلاکات کی کمیوں اور قواعدوزبان کی بے شمار خامیوں کو دریافت کر کے اصلاحی نقطۂ نظر سے انہیں پیش کیا ہے۔ اِن میں ایک مقامی شاعر ہے اور باقی بیرونی شعراء۔

ان کے اپروچ کو سمجھنے کے لئے چند مثالوں سے کام لینا ضروری ہے۔

جاہلانہ زبان (صلاح الدین مقبول احمد مصلح):

اس کی دیواروں کی ہوجاتی ہے جو پامالی
ایک حیوان نکل پڑتا ہے حالی حالی

اشفاق انجم کہتے ہیں: دیواروں کی پامالی کس طرح ہوتی ہے؟ انڈے کا خول ہوتا ہے دیواریں نہیں۔ اس کی پامالی ہوگی تو اندر بے چارہ چوزہ بھی مُرمرا جائے گا۔ حالی حالی کس طرح نکلے گا۔ حالی حالی بھی جہلاء کی زبان ہے۔

غلط جمع: (اسلم ملک مدنی): جنگل تھے ڈبوئے خونوں میں

اشفاق انجم: خون کی جمع نہیں ہوتی۔

قواعد کی غلطی (اسلم ملک مدنی): بجھنے لگا تو اشک نے لو کو بڑھا دیئے۔

اشفاق انجم: لو کو بڑھادیا، صحیح ہے۔

غلط تلفظ: (پرویز عارض):

رنج زیادہ ہے اور خوشی کم ہے　　　میری غزلوں میں نغمگی کم ہے

اشفاق انجم: لفظ ''زادہ'' نہیں ''زیادہ'' ہے۔

غیر مناسب قافیہ (عزم شاکری):

چمن میں عین اُسی وقت آگ پھیلتی تھی
درخت جب نئے کپڑے بدلنے والے تھے

اشفاق انجم: کپڑے بدلنے یا تبدیل کرنا اس وقت استعمال ہوتا ہے جب ایک لباس اتار کر دوسرا پہنا جائے۔ شعر میں بے لباسی یعنی خزاں رسیدہ درختوں کا ذکر ہے جو بے برگ وبار یعنی برہنہ ہیں۔ یہاں بدلنے کی بجائے پہننے کا محل ہے۔

مضمون آفرینی میں خامی: (رئیس احمد قتیل دھولیوی):

فتنہ پردازوں سے ہم پیچھا چھڑا پائیں گے کیا
پھر سکون وامن کے منظر نظر آئیں گے کیا

عائشہ سمن کے مجموعۂ کلام پر تنقید لکھتے وقت اشفاق انجم کتاب میں غلام مصطفٰے اثر صدیقی کے تحریر کردہ پیش لفظ کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ ایک مثال۔

اثر صدیقی: تصوف کتابِ اُردو شاعری کا سرمدی ورق ہے۔ اُردو متصوفانہ خیالات نے روح کی گہرائیوں میں سرمستیوں اور سرشاریت کی خوشبودار اگربتیاں جلائی ہیں۔

اشفاق انجم: اردو متصوفانہ خیالات کیا ہیں؟ کیا عربی فارسی متصوفانہ خیالات کچھ اور ہیں۔ سرمستیوں اور سرشاریت کی اگربتیاں کیسی ہوتی ہیں؟ ''اگر'' ایک خوشبودار لکڑی ہے جسے جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ پس نوشت کے ۱۵۲ رصفحات اسی قسم کی تنقیدوں سے بھرے پڑے ہیں۔

غالباً بعض حلقوں سے یہ اعتراض اٹھا کہ ڈاکٹر صاحب نے جن شعراء پر قلم اٹھایا ہے ان کا فن بڑے کمزور قسم کا ہے۔ چند شعراء کی حد تک یہ اعتراض درست ہے لیکن اِس فہرست میں

Scanned with OKEN Scanner

اظہار سلیم اور عنبر خلیقی ناگپوری جیسے کہنہ مشق شعرا بھی شامل ہیں۔ بہر حال ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب کو بھی شاید اِس کا ہلکا سا احساس تھا کہ اِس فہرست میں چند شعراء یقیناً ایسے شامل ہو گئے ہیں جن کے کلام کو ہاتھ لگانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تب انہوں نے نہایت نامور مشہور اور مستند شعراء کے کلام پر تنقیدی نظر ڈالنے کا بیڑہ اٹھایا۔ بڑی عرق ریزیوں کے بعد انہوں نے ''یارانِ نکتہ داں کے لئے'' شائع کی جس میں غالبؔ، ناصر کاظمی، پروین شاکر، افتخار عارف، ساغر صدیقی، منور رانا، راحت اندوری، شبیر آصف، پی پی رندسر یواستو، فکر پاروی اور ماجد دیوبندی کے کلام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بڑی جرأت بلکہ جسارت کی بات ہے کہ ایسے معیاری شعراء کو ہدفِ تنقید بنایا جائے۔ لیکن انہوں نے یہ کام کیا اور اسے دنیا کے سامنے پیش بھی کر دیا۔ اس کتاب میں انہوں نے کون سا تنقیدی اسلوب اختیار کیا ہے یہ جاننے کے لئے چند مثالیں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

غالب: تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

اشفاق انجم: شعر میں غرابتِ زبان کا نقص ہے۔ زندگی کے ساتھ مرگ کا استعمال غیر فصیح ہے۔ فصاحت ''زندگی و موت'' ''زیست و مرگ'' میں ہے۔ کھٹکا بھی کھٹکتا ہے۔ یہاں مرگ کی جگہ موت کا استعمال ہونا تھا۔ بحر میں بھی کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ''موت کا کھٹکا'' بھی درست ہو جاتا۔ ''بھی'' کی جگہ ''ہی'' کا محل ہے۔

غالب: ہجوم گریہ کا سامان کب کیا میں نے
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر درو دیوار

اشفاق انجم: شعر میں واحد جمع کا نقص ہے۔ ''گر پڑے'' کی بجائے ''درو دیوار'' کی مناسبت سے ''گر پڑیں'' کا محل ہے۔

جہاں تک ناصر کاظمی کا تعلق ہے، ڈاکٹر صاحب نے ابتدا میں اس کے اشعار کی خوب تعریفیں کی ہیں۔ اور اس کے اشعار میں معنویت کی شش جہات کو نہایت سلیقے سے اجاگر کیا ہے۔ پھر افسوس جتایا ہے کہ ایسے خوبصورت شعر کہنے والے کے یہاں زبان و بیان کی خامیاں در آئیں تو

دل و دماغ پر اک بوجھ چھوڑ جاتی ہیں۔ ایک مثال۔

ناصر: پھر اہلِ وفا کا دور ہوگا ٹوٹے گا طلسمِ کم نگاہی

اشفاق انجم: شعر میں وفا بے معنی لفظ ہے جس کا کم نگاہی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ''وفا'' کو ''نظر'' کر دیں تو شعر درست ہو جاتا ہے۔

پروین شاکر: اونچی آواز میں اس نے تو کبھی بات نہ کی
خفگیوں میں بھی وہ لہجہ رہا کومل کی طرح

اشفاق انجم: کومل ہندی لفظ ہے جس کے معنی ہیں نرم و نازک...... جو لوگ اِسے اِسی معنی میں سمجھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ''نرم و نازک کی طرح یا کومل کی طرح'' کہنا غلط ہے۔ جبکہ پروین شاکر نے یہاں موسیقی کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ یعنی ''کومل سُر'' لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ سُر کا تعلق آواز سے ہے۔ ''لہجے'' سے نہیں۔

ہمارے خیال میں اب تک جتنی مثالیں پیش کی گئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اندر ایک تنقید نگار کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ یہ مثالیں ڈاکٹر اشفاق انجم کا تنقیدی رویہ طے کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ڈاکٹر الیاس صدیقی نے اس رویے کا اظہار اِن الفاظ میں کیا ہے۔

> ''زمانہ مصلحت پسند ہو گیا ہے اور لوگ زمانہ ساز۔ کوئی کسی سے بگاڑ نہیں چاہتا جبکہ زبان و ادب کی حفاظت کا مطلب ہوتا ہے اپنے تہذیبی ورثے کی حفاظت۔ لیکن فکر کسے ہے؟ اشفاق انجم کو البتہ اس کی پرواہ نہیں کہ کون خوش ہوتا ہے، کون ناراض...... ان کے دل میں اردو کی جو محبت ہے۔ صحیح اور درست زبان سننے کی جو تمنا ہے، زبان کی ترقی اور بقا کی جو فکر ہے وہ انہیں مضطرب اور بے چین رکھتی ہے اور وہ جملہ مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر نقد و اصلاح پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔'' (اشفاق انجم کی پس نوشت کا تنقیدی جائزہ، مشمولہ ادبی تبصرات و تعارف از ڈاکٹر الیاس صدیقی، مالیگاؤں ۲۰۱۷ء ص ۳۲۲)

یہ بھی غلط نہیں کہ اشفاق صاحب کہیں کہیں بے حد سخت اور شدت پسند ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ

Scanned with OKEN Scanner